(۳)

ہمارے ارباب اختیار قوم کے ایک ایسے عنصر سے تعلق رکھتے ہیں جسے ہر دعوت اور ہر تحریک کسی نہ کسی درجے میں گوارا ہو سکتی ہے، لیکن اسلامی نظام کی دعوت اور اسلامی تحریک کی پکار ٹھنڈے پیٹوں ہرگز ہرگز گوارا نہیں۔ وہ اس کے بارے میں شکوک و شبہات رکھتے ہیں، غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے طومار اُن کے ذہنوں میں بھرے پڑے ہیں، اس دعوت کو بدنام کرنے والی اصطلاحات ان کی زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں، اس کے خلاف غیظ و غضب کا طوفان ہے جو دلوں میں اُمڈتا رہتا ہے۔

آخر کیوں؟ محض اس لیے کہ یہ دعوت انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اُن سے ہمہ گیر تبدیلیوں کا مطالبہ کرتی ہے، یہ فکر و نظر کے پیمانے بدل دینا چاہتی ہے، یہ سیرت و کردار کی بنیادوں کو باندازِ دگر قائم کرنا چاہتی ہے، یہ معاشرتی مرتبوں کی موجودہ غلط ترتیب کو تہ و بالا کرنے کا داعیہ رکھتی ہے، یہ حقوق و فرائض کی غیر منصفانہ تقسیم کو جوں کا توں برقرار نہیں رہنے دے سکتی۔ دوسری سطحی دعوتوں اور سیاسی جتھہ بندیوں میں صرف بولیاں بدلنی پڑتی ہیں، لیکن یہاں بولی کے ساتھ ساتھ زندگی بدلنی پڑتی ہے ہمارے قومی بزرگ ایسے اسلام کو تو سر آنکھوں پر لینے کو تیار ہیں جس کے لیے صرف ایک نئی بولی بول دینے سے کام چل جائے، لیکن وہ اسلام جو عمل و کردار کا نقشہ بدلنے کا تقاضا بھی کرے اسے یہ پاکستان کے مفاد کے لیے ایک مہلک خطرہ تصور کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی اسی عملی اور اجتماعی اسلام کی دعوت کو لے کر اٹھی ہے۔ اس کا یہی وہ قصور ہے جس کی گوناگوں سزائیں گذشتہ سات برس کے ایک ایک سیکنڈ میں اس نے بھگتی ہیں، اور ابھی بڑی بڑی دھمکیاں اس کے سامنے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی دعوت، اس کے کام اور اس کے پروگرام کے کسی جزو پر معقولیت اور استدلال اور انصاف کے میدان میں کوئی کھلا کھلا حملہ کبھی ممکن نہیں ہوا۔ اس پر جتنے بھی وار ہوئے ہیں عقبی اور فعلی نوعیت کے ہیں۔ اس پر جب بھی کوئی دراندستی کی گئی ہے تو جھوٹے پروپیگنڈے اور غلط الزامات کی آڑ ہی میں کی گئی ہے۔ آج تک جن الزامات کو یکے بعد دیگرے جماعت اسلامی پر تشدد کرنے کا بہانہ بنایا جاتا رہا ہے وہ علی الترتیب یہ ہیں:-

—— چونکہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا، لہٰذا یہ جماعت پاکستان کی وفادار نہیں ہو سکتی اور اب اس کی ساری سرگرمیاں پاکستان دشمنی پر مبنی ہیں۔

—— اس جماعت نے جہاد کشمیر کو حرام کہا اور اس کی مخالفت کی۔

—— اسے نہرو کی حکومت کی طرف سے روپیہ ملتا ہے۔

یہ ہتھیار دیر تک خوب خوب استعمال کیے گئے، لیکن آخر یہ کند ہو کر رہ گئے۔ اب نئے ہتھیاروں کی ضرورت پیش آئی تو فرقِ ایجاد رکھنے والوں نے ایک نیا شوشہ کھڑا کر دیا۔ یہ کہ جماعت اسلامی کو امریکہ سے روپیہ ملتا ہے۔ چنانچہ کارکنان مرکز کو شاہی قلعے میں لے جا کر کئی دن زیرِ تفتیش رکھا گیا اور حساب کتاب کے کاغذات کی خوردبینی پڑتال ہوتی رہی۔ لیکن جھوٹ آخر جھوٹ ہی نکلا۔ اس وار کو کارگر نہ پا کر آخر کار جماعت کو راست اقدام (رستشدہ) کے ہنگاموں کی لپیٹ میں لے لیا۔ مذہبی عناصر کو بدنام کرنے اور ان کو تشدد کی چکی میں پیسنے کے لیے ان ہنگاموں نے جو سنہری موقع پیدا کر دیا تھا، اسے ضائع کر دینا یقیناً ہمارے بزرگوں کی سیاسی بصیرت کی توہین ہوتا۔ انہوں نے پوری جسارت سے مولانا مودودی کو موت کی سزا سنائی جو بعد میں چودہ برس اور سات برس کی متوازی شروع ہونے والی دو سزاؤں میں بدل کر رہ گئی۔ انہوں نے ملک نصراللہ خاں عزیز اور سید نقی علی اور جماعت اسلامی کی مطبوعات شائع کرنے والے دو چھاپہ خانوں کے مالکوں کو بھی قید کی سزائیں دے ڈالیں۔ انہوں نے پنجاب بھر میں جماعت کے ممتاز سیاسی کارکنوں کو سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند کر دیا۔ انہوں نے جماعت کی ترجمانی کرنے والے اخبارات کا گلا گھونٹ ڈالا۔ انہوں نے جگہ جگہ سے دفاتر کے کاغذات قبضے میں لے لیے۔ انہوں نے مرکز کے بیت المال سے سوا دس ہزار روپیہ بھی اٹھا لیا۔

رہی سہی کسر پوری کرنے کے لیے جماعت اسلامی کو اضطراباتِ پنجاب کی تحقیقات کرنے والی عدالت کے سامنے پارٹی بنا کر کھڑا کر دیا۔ اس تحقیقات نے نہ صرف جماعت پر مالی مصارف کا بھاری بوجھ ڈال دیا، بلکہ کئی مہینوں کے لیے ہماری توجہ اور محنت کا اہم ترین مصرف یہی تحقیقاتی کارروائی بن گئی۔ آج ایک ایسی حسبِ دلخواہ رپورٹ حکومت کے ہاتھ میں ہے جو مخالفِ دین پروپیگنڈے کی مہم میں ایک اچھا ترکش ثابت ہو رہی ہے۔

لیکن جماعت کے سامنے "اسلامی دستور" کا جو بنیادی مسئلہ سات برس سے ہے، اس سے گردشِ زمانہ کے یہ سارے اُلٹ پھیر اسے غافل نہ کر سکے اور سال بھر تک کچلنے پسنے کے باوجود اس کی دعوتی و جماعتی سرگرمیوں میں کوئی خلا واقع نہیں ہو سکا۔ بلکہ اُلٹا اسیرانِ مارشل لاء کی رہائی کی عوامی طلب کے لیے جب وہ میدان میں نکلی تو اس نے دیکھا کہ پورا ملک اس کے ساتھ ہے اور دلوں کے دروازے پہلے سے زیادہ کھلے ہوئے ہیں۔ اس مہم کا یہ واضح نتیجہ تو بہت جلد نکلا کہ حکومت نے مارشل لاء کے قیدیوں کو دو دو چار چار کر کے رہا کر دیا، لیکن دوسری طرف مولانا مودودی کو روک رکھنے کے لیے جو چالیں چلی جا رہی تھیں وہ از اول تا آخر الم نشرح ہو گئیں اور لوگوں میں اس حقیقت کا عام شعور دلائل و شواہد کی بنا پر مستحکم ہو گیا کہ یہ سب کچھ سیاسی انتقام کا ایک مظاہرہ ہے۔ لوگوں کا یہ شعور پچھلے چند ماہ میں جلسوں، قراردادوں اور جلوسوں اور مظاہروں کے ذریعے جس زور شور سے نمایاں ہوا ہے اس کی وجہ سے جماعت اسلامی کے خلاف ایک مرتبہ پھر مسلم لیگی اکابر کے جذبات مشتعل ہو گئے ہیں۔ وہ ناراض ہیں کہ کیوں ہمارے سارے منصوبوں کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا جا رہا ہے اور کیوں چپ چاپ وہ دھاندلی نہیں چلنے دی جا رہی ہے جیسے ہم چلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اوپر اور نیچے تمام سرکاری حلقوں میں برابر یہ سرگوشیاں ہو رہی ہیں کہ جماعت اسلامی کے خلاف سخت کارروائیاں کی جانی چاہئیں۔ سی۔آئی۔ڈی کے کارکن، پولیس کے عہدہ دار، ڈپٹی کمشنر اور سیکرٹری صاحبان (خصوصیت سے پنجاب میں جہاں مارشل لاء کے اسیروں کی مہم کا سب سے زیادہ زور رہا ہے) زبانی اور تحریری ہر طریق سے یہ مشورہ اوپر پہنچا رہے ہیں کہ جماعت اسلامی کی سرگرمیوں کی فوری روک تھام کی جانی چاہیے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ان سرگرمیوں کو روکا جانا چاہیے؟

ناگزیر ہے کہ اس سوال کا ایک جواب فراہم کیا جائے تاکہ رائے عام کے سامنے کسی زیادتی کی توجیہ کی جا سکے۔ کوئی الزام، کوئی شبہ، کوئی اندیشہ، کوئی خطرہ، کوئی غلط فہمی، کوئی بدگمانی پیش کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ پاکستان کی مخالفت، جہادِ کشمیر کے خلاف فتویٰ، نہرو گورنمنٹ سے سازباز اور امریکہ کا روپیہ وغیرہ شوشے جس حد تک قابل استعمال تھے، استعمال ہو چکے، اور اب

زمانہ جان چکا ہے کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ پس :-

"اب دانہ گرا اور، کوئی دام بچھا اور"

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ "جماعت اسلامی کی سرگرمیوں سے لا اینڈ آڈر کو خطرہ ہے، بعید نہیں کہ ۵۳ء کے سے حالات پھر پیدا ہو جائیں۔" اب یہ ہے نئی مورچہ بندی! اس مورچہ بندی سے عام حملہ شروع ہو گیا ہے۔ پنجاب میں تو یہ حال ہے کہ جہاں جماعت اسلامی کی طرف سے جلسے یا مظاہرے کا اعلان ہوا جھٹ دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی۔ لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، ملتان، لائل پور، میانوالی کے اضلاع پر تو دفعہ ۱۴۴ کا جھنڈا کئی ہفتوں کے لیے گڑ گیا ہے۔ بقیہ اضلاع میں یہ تلوار شہری آزادی کے سر پہ بالکل معلق ہے۔ جماعت کے پاکستان بھر کے امیر مولانا اصلاحی پر سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت پابندیاں لگائی جا چکی ہیں۔ پریس ایمرجنسی ایکٹ کی دفعات اور ۱۲۴ الف کے تحت متعدد مقدمات کارکنان جماعت پر چلائے جا رہے ہیں۔ ایک مقدمہ جماعت کی مجلس شوریٰ کے گذشتہ اجلاس کی قراردادوں کو سائیکلو اسٹائل کر کے اخبارات کو بھیجنے کے سلسلے میں مرکز کے ناظم نشر و اشاعت ارشاد احمد صاحب کے خلاف ابھی ابھی قائم کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ "لا اینڈ آڈر" کے نام پر ہو رہا ہے۔

ہم ان سطور کے ذریعے دلائل کی حد تک اس مفروضے کو بے سروپا ثابت کر دینا چاہتے ہیں تاکہ زیادتی جو کچھ بھی کی جائے اس کے آگے تاننے کے لیے توجیہ کا کوئی پردہ باقی نہ رہے۔ زیادتی بالکل زیادتی کی حیثیت سے دنیا بھر کے سامنے آئے۔ اس سلسلے میں ہم ایک ایک کر کے وہ تمام حقائق بیان کیے دیتے ہیں جنہیں بہت سے لوگ پہلے سے جانتے ہیں، لیکن جو نہیں جانتے اب وہ بھی جان لیں گے۔

(۱) یہ جماعت اقامت دین کے پاکیزہ نصب العین کے لیے سرگرم عمل ہے، اور اس کا بنیادی نظریہ، اس کا دستوری فیصلہ اور اس کی پالیسی کا مستقل جوہر یہ ہے کہ اس پاکیزہ نصب العین کے لیے طریق کار بھی پاکیزہ ہی اختیار کیا جا سکتا ہے جو ٹھیک ٹھیک دین برحق کے اصولوں پر مبنی ہو۔

(۲) اس جماعت کا ایک اصل الاصول یہ ہے کہ پیش آئند معاملات میں رائے قائم کرنے، فیصلہ دینے اور کوئی عملی قدم اٹھانے میں دیکھنے کی ایک چیز یہ ہے کہ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت

کی رہنمائی کیا ہے اور دوسری یہ ہے کہ اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا مفاد کس چیز کا تقاضا کرتا ہے۔ ہمارے کام کی تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جو کچھ کیا گیا ہے وہ انہی دو باتوں کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا ہے پہلی بات یعنی خدا و رسول کی رہنمائی میں چلنا تو شاید پوری طرح واضح ہے لیکن دوسری بات ایسی ہے کہ جس کے بارے میں کچھ لوگوں کی معلومات دھندلی ہیں، لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے۔

ہماری رائے میں اسلام کا تقاضا اور اسلامی ریاست اور ملت کا مفاد دو متضاد اور ٹکرانے والی چیزیں نہیں ہیں، بلکہ دونوں پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ جو کچھ اسلام کا تقاضا ہے وہی اسلامی ریاست اور ملت کا مفاد بھی ہے، اور اسلامی ریاست اور ملت کا حقیقی مفاد جو کچھ ہو سکتا ہے، ٹھیک وہی اپنی جگہ اسلام کا تقاضا بھی ہوتا ہے۔ ہمارا یہی وہ شعور تھا جس کے تحت مختلف مواقع پر بہت سے وقتی مسائل جب اُبھرے تو اس کے زیرِ اثر اجتہادی رائے جو قائم کی گئی وہ سراسر اسلامی ریاست اور ملت کے مفاد پر مبنی تھی اور ہمارے نزدیک اپنے وقت پر وہی اسلام کا تقاضا تھی۔ مثلاً:

——— ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کا قصرِ اقتدار منہدم ہو گیا اور متحدہ محاذ نے اس کی جگہ لے لی۔ ہم نے اگرچہ مسلم لیگ کے ہاتھوں بار بار سخت چرکے کھائے ہیں اور اس سے ہمارا اختلاف نہایت اصولی اختلاف ہے، لیکن مسلم لیگی اقتدار کے اس انہدام کو جو مقابلۃً ایک بدتر قوت کو آگے لے آیا تھا پاکستان کے باشندوں کے حق میں ایک تشویشناک حادثہ قرار دیا۔ دوسری طرف متحدہ محاذ کے غیر متجانس اجزائے ترکیبی اور اس کے انتشار انگیز نعروں کا جائزہ لے کر ضروری سمجھا کہ اس کے خلاف پوری قوت سے کام کیا جائے۔ چنانچہ وہ دن ملک کو بھولے نہ ہونگے جب کراچی میں، اور مغربی پاکستان کے دوسرے صوبوں میں متحدہ محاذ بنانے کے لیے لوگ اینٹ مسالہ جمع کر رہے تھے اور جب کہ ایوانِ اقتدار میں بیٹھے ہوئے مسلم لیگی حضرات کا تختِ جلال لرز رہا تھا تو اس وقت تنہا جماعت اسلامی میدان میں آئی اور یہ تہیہ کر کے آئی کہ مغربی پاکستان میں اس طرح کا متحدہ محاذ نہیں بننے دیا جائے گا، چنانچہ ہفتے بھر میں وہ آندھی چھٹ گئی اور مطلع صاف تھا۔ یہ فیصلہ ہم نے اسلام ہی کی رہنمائی کی روشنی میں اور ملت کے مفاد ہی کے تقاضے سے کیا تھا، اور اسے

عمل میں لانے کے لیے ہم نے مخالفین کے ان طعنوں کی پروا بھی نہیں کی کہ جماعت اسلامی کا مسلم لیگ سے سمجھوتہ ہوگیا ہے۔

——— اسی سلسلے میں دستوریہ کو توڑنے کا نعرہ بھی بلند ہوا تھا اور اتنے زور سے بلند ہوا تھا کہ دستوریہ کے بہت سے ارکان کے حوصلوں کے جہاز لنگر اور بادبان دونوں سے محروم ہو کر ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ باوجودیکہ اس دستوریہ نے اسلامی دستور بنانے میں بڑی لیت و لعل سے کام لیا تھا، باوجودیکہ اس نے اب تک کے کام میں مضحکہ انگیز رخنے چھوڑے تھے اور باوجودیکہ اس کے ذمہ دار ارکان اسلامی دستور کے تقاضوں کو اپنی الٹی عملی سرگرمیوں سے پامال کر کے قوم کے لیے وجہ تشویش بنتے رہے تھے، لیکن چونکہ اسی دستوریہ نے ——— رد و کد کے بعد سہی ——— ابتدائی مسودۂ دستور میں اسلام کے بہت سے نمایاں اور بنیادی تقاضوں کو جذب کر لیا تھا، لہٰذا جس درجے کے کریڈٹ کی وہ مستحق تھی وہ کریڈٹ اسے دے کر ہم نے اس کو بچا لینا اسلام اور ملت کے مفاد کے لیے ضروری سمجھا۔ اُدھر سے کہا گیا کہ "دستوریہ توڑ دو!" ہم نے جواب میں چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ "یہ دستوریہ نہیں توڑی جائے گی۔" اور وہ تخریبی نعرہ ختم ہو گیا۔ یہ پارٹ ہم نے کسی دوسری طاقت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے ہی اصول و مقصد کی خاطر ادا کیا۔

——— یہی صورت امریکی ایڈ کے مسئلے میں پیش آئی۔ ایک گروہ کا رجحان یہ تھا کہ فی نفسہٖ امریکی ایڈ کی مخالفت کی جانی چاہیے۔ ہم نے اس گروہ کے رجحان کو شکست دے دی۔ اور شرائط معاہدہ سامنے آنے سے قبل خواہ مخواہ کے مخالفانہ اظہار رائے سے انکار کر دیا۔ ہم سے جلسوں میں سوالات کیے گئے، ہم سے اخباری نمائندوں نے آ آکر ردِ عمل معلوم کرنا چاہا، ہمارے متعلق غلط فہمیاں پھیلائی جانے لگیں مگر ہماری رائے یہی تھی کہ کسی ملک سے امداد لینے کو فی نفسہٖ حرام قرار دے لینا ریاست اور قوم کو لاینحل مشکلات میں مبتلا کرنا ہے، لہٰذا ہم نے بے معنی قسم کی پیشگی مخالفت سے انکار کر دیا۔ پھر جب شرائط معاہدہ سامنے آئیں تو ایک دوسرے گروہ کا یہ رجحان ہمارے سامنے آیا کہ ایڈ کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہیے لیکن ہم نے شرائط میں اسلام اور ریاست اور قوم کے لیے جن پہلوؤں کو خطرناک پایا ایمانداری کے ساتھ

ان کی نشاندہی کر دی۔

——— ٹھیک انہی دو اصولوں پر ہم نے ختم نبوت کی تحریک میں اپنی جماعتی پوزیشن متعین کی یعنی اسلام کے منشا کے مطابق ایک طرف اصل مقصد کی پوری پوری تائید کی، لیکن دوسری طرف تحریک نے جب بھی کوئی موڑ آئین اور اخلاق کے خلاف مڑنا چاہا تو ہم نے کسی ایسی چیز میں حصہ لینے سے دامن بچایا جو اسلام کے اصولوں یا ریاست اور ملت کے مفاد کے خلاف پڑتی ہو۔

ان چند نمایاں مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کسی چیز کی مخالفت یا حمایت کے لیے جب رائے قائم کرتی یا کوئی قدم اٹھاتی ہے تو وہ گروہی کشمکش، جماعتی سیاسیات، مفاد و اغراض اور حریفانہ جذباتیت سے بالاتر ہو کر ایک اصولی کسوٹی اپنے سامنے رکھتی ہے۔

(۳) اس جماعت کے اب تک کے طریق کار کا ایک اصول یہ ہے کہ آئین کی جگہ لاقانونی اور نظم کی جگہ بدنظمی پیدا کر کے کام نہیں کرنا ہے، بلکہ ساری جدوجہد دستور و آئین کی حدود میں نظم کو برقرار رکھتے ہوئے جاری رکھنی ہے۔ غالباً کوئی ادنیٰ مثال بھی قانون شکنی کی ہمارے اب تک کے کام سے اخذ کر کے سامنے نہیں لائی جا سکتی۔ ہمیں جس چیز سے حکماً یا قانوناً روک دیا جاتا ہے اس سے ہم رک جاتے ہیں، جو پابندی لگائی جاتی ہے اسے چار و ناچار گوارا کرتے ہیں، جو حدودِ عمل حکومت باقی رہنے دیتی ہے انہی حدودِ عمل میں کام کرتے ہیں۔ کام کرنے والوں کے لیے ہر قسم کی پابندیوں کے اندر بھی ایک نہ ایک دائرۂ کار باقی رہتا ہے اور ہم اپنا کام اسی دائرہ میں جاری رکھتے ہیں۔ یہ گویا ہمارا مستقل مزاج ہے۔ کیا یہ مزاج اس امر کی ایک شہادت نہیں کہ جماعت اسلامی سے لا اینڈ آرڈر کو کبھی کوئی خطرہ پیش نہیں آسکتا۔

(۴) جماعت کے کام میں ہر پہلو سے سنجیدگی اور وقار کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے۔ اس کے جلسوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ نظم اور خاموشی اور باقاعدگی کا یہ ایک اونچا معیار ملک بھر کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تقریروں کا یہ عالم ہے کہ صرف وہ قابل اعتماد ارکان تقریر کرنے کی اجازت حاصل کر سکتے ہیں جن کے خیالات مرتب، جن کا علم کافی اور جن کو زبان اور جذبات پر پوری پوری قدرت ہو۔

پھر وہ متعین موضوع پر تقریر کی تیاری کرتے ہیں اور اس حد تک کرتے ہیں کہ فقرے اور الفاظ تک پہلے سے سوچ کر آتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تقریروں میں ایکٹنگ کی جائے، شعر پڑھے جائیں، کہانیاں سنائی جائیں، گھٹیا زبان استعمال کی جائے، بلکہ ذہنی تربیت کے لیے پروفیسروں کی طرح کے معلومات افزا اور مربوط لکچر دیئے جاتے ہیں۔ لوگوں کی یہی تربیت کرنے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے یہ "ریاضی کے لکچر" لوگ سکون کے ساتھ بیٹھ کر سنتے ہیں۔ ان تقریروں میں کبھی کھلم کھلا جذباتیت کا مظاہرہ نہیں کیا گیا، کبھی لوگوں کو اشتعال کا نشہ نہیں پلایا گیا، کبھی ان کو بہکانے کی کوشش نہیں کی گئی، اور کبھی انہیں نعروں کے سیلاب میں بہائے جانے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

لا اینڈ آرڈر کو توڑنے والوں کے انداز یہ نہیں ہوا کرتے!

(۵) ہمیں دستور اور مارشل لاء کے قیدیوں کے سلسلے میں بے شمار جلوس نکالنے اور مظاہرے کرنے کی بھی ضرورت پیش آئی ہے۔ چنانچہ مطالبۂ دستور کے جو جلوس لاہور اور کراچی اور دوسرے شہروں میں نکالے گئے تھے، وہ جہاں اپنی عظمت اور کثرتِ شرکاء کے لحاظ سے یادگار تھے، وہاں اپنے وقار، نظم اور ڈسپلن کے لحاظ سے بھی تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ ابھی حال ہی میں راولپنڈی میں بھی جلوس نکالا جا چکا ہے۔ پھر بے شمار مظاہرات ان دنوں میں جابجا ہوتے ہیں۔ کیا کسی ایک جگہ بھی لا اینڈ آرڈر کی نکسیر تک پھوٹی؟

جماعت اسلامی جلوس نکالنے اور مظاہرہ کرنے سے پہلے اپنے بہترین دماغوں کی مدد سے کام کی منصوبہ بندی کرتی ہے۔ اس کا پورا نقشہ بنتا ہے، اس کی حدود طے ہوتی ہیں، اس کے پلے کارڈ اور اس کے نعروں کی عبارت مقرر کی جاتی ہے۔ اس میں شریک ہونے والوں کے لیے باقاعدہ نظم تجویز ہوتا ہے، اس پورے کام کو کنٹرول کرنے کی ذمہ داری نامزد افراد پر ڈالی جاتی ہے، شرکاء کو مختلف پیش آئند صورتوں کے لیے ہدایات دی جاتی ہیں، اتنی تیاری ہو چکتی ہے تو پھر عمل کا قدم آگے بڑھتا ہے۔ یہ اہتمام کر کے جو لوگ گھر سے چلتے ہوں، کیا وجہ ہے کہ ان سے لا اینڈ آرڈر کو کوئی خطرہ لاحق ہو؟

(۶) لا اینڈ آرڈر کے لیے وہ لوگ خطرہ بن سکتے ہیں جنہیں اشتعال میں لایا جا سکتا ہو (باقی ص ۱۷ پر)